قومی ملکیتِ زمین اور اسلام

تحریر : چوہدری صادق علی مرحوم

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ سیاسی سطح پر ہمارے قومی خلفشار اور ملک کے سسٹم میں موجود لاتعداد برائیوں اور خرابیوں کی جڑ موجودہ جاگیرداری نظام ہے جو پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے پچاس برس بعد بھی آج جوں کا توں قائم ہے۔ اس نظام کے تار و پود بکھرنے اور نئے منصفانہ بندوبست اراضی کی سب سے بڑی رکاوٹ یہ مسئلہ ہے کہ آیا پاکستان کی اراضی کو قومی ملکیت قرار دینے اور جاگیرداروں سے ان کی جاگیریں سلب کر کے غریب کسانوں میں تقسیم کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی شرعی جواز موجود ہے بھی یا نہیں؟ زیر نظر مقالے میں صاحب مقالہ نے مضبوط دلائل سے ثابت کیا ہے کہ پاکستان کی اراضی جاگیرداروں اور زمینداروں کی ملکیت نہیں ہیں بلکہ عامتہ المسلمین کے لئے وقف ہیں۔ اس ضمن میں حضرت عمر فاروق ؓ کا تاریخی اجتہاد ہی دراصل سارے مسئلہ کا حل ہے۔ احباب جانتے ہیں کہ اس ضمن میں مرکزی انجمن کے صدر موسس کا موقف بھی یہی ہے جس کا اظہار وہ گاہے بگاہے اپنے خطابات و تقاریر میں کرتے رہتے ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے موقف کی وضاحت اور پرزور تائید زیر نظر مقالے کے ذریعے عمدگی سے ہوتی ہے۔

صاحب مقالہ جناب چوہدری صادق علی مرحوم نے ۱۹۶۸ء میں ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر فیصل آباد کے عہدہ سے ریٹائرمنٹ کے بعد یہ مقالہ تحریر کیا۔ موصوف ایک نمایاں علمی حیثیت کے مالک تھے۔ اردو زبان کے علاوہ عربی' فارسی اور انگریزی پر بھی یکساں عبور حاصل تھا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ اور علامہ عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری ؒ سے ایک طویل عرصہ نہایت قریبی تعلق رہا۔ مولانا احمد علی لاہوری ؒ کے درس قرآن میں شرکت کرنے اور ان سے تفسیر قرآن کا علم سیکھنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

چوہدری صادق علی مرحوم کے صاحبزادے میاں محمد اسلم صاحب جو نہ صرف یہ کہ انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے باقاعدہ رکن ہیں بلکہ ایک طویل عرصے انجمن خدام القرآن فیصل آباد کے صدر بھی رہے' کے ذریعے یہ بات ہمارے علم میں آئی کہ ان کے والد مرحوم ایک بار محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا خطاب جمعہ سننے کے لئے باہتمام لاہور تشریف لے گئے۔ بعد ازاں محترم ڈاکٹر صاحب کے درس قرآن کے متعدد کیسٹ سننے کا بھی انہیں موقع ملا۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے درس سننے کے بعد مرحوم کا تاثر یہ تھا کہ "اہل لاہور کو مولانا احمد علی لاہوری مرحوم و مغفور کے بعد ایک اچھا مدرس قرآن ڈاکٹر اسرار احمد کی صورت میں ملا ہے"۔ زیر نظر مقالے کے علاوہ مولف نے بعض دیگر مضامین بھی تحریر فرمائے جو ہفت روزہ "خدام الدین" میں شائع ہوئے۔ (ادارہ)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیم امّا بَعد۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اس کرۂ ارض پر دو بڑی سلطنتیں قائم تھیں۔ سلطنتِ ایران اور سلطنتِ روم۔ ان دونوں ملکوں میں جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام اپنی تمام قباحتوں کے ساتھ نقطۂ عروج پر پہنچا ہوا تھا۔ امراء اور وزراء ٹھاٹ باٹ کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ بقول شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی" ایرانی امراء کے سروں پر جو پٹکے تھے وہ بھی ایک ایک لاکھ روپے کی قیمت کے ہوتے تھے۔ دوسری طرف عوام بیچارے ٹیکسوں کے بوجھ میں ایسے دبے ہوئے تھے کہ دو وقت کا کھانا بھی انہیں مشکل سے مہیا ہوتا تھا۔ یہ حال ان ملکوں کے عوام کا تھا جو اپنے زمانہ میں متمدن ترین شمار ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عروج دیا اور خلافت راشدہ کے زمانہ میں یہ دونوں ملک مسلمانوں نے فتح کر لئے اور بہت سے دوسرے ملکوں میں بھی اسلام کا عادلانہ اقتصادی نظام نافذ ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں صرف چند سالوں میں عرب، عراق، ایران، روم، مصر اور شام وغیرہ تمام ممالک کے عوام میں وہ خوشحالی آ گئی جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں اس عادلانہ نظام کی برکت سے مخلوق خدا اس قدر خوشحال ہو گئی کہ زکوٰۃ کے مستحق افراد کا تلاش کرنا مشکل ہو گیا اور امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دے دیا کہ آئندہ حکومت امیر لوگوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کرے گی کیونکہ حکومت کے لئے مستحقین زکوٰۃ کو تلاش کر کے ان میں زکوٰۃ تقسیم کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے، آئندہ یہ کام زکوٰۃ ادا کرنے والے خود کریں!۔ سبحان اللہ، کیا ہی اچھا زمانہ تھا۔ ہر فردِ مملکت کو ضروریات زندگی یعنی روٹی کپڑا مکان وغیرہ بآسانی دستیاب تھا۔

کس نباشد در جہاں محتاجِ کس
نکتۂ شرعِ مبیں این است و بس

زمانہ خلافت کے بعد جب پھر ملوکیت کا دور دورہ آ گیا اور اسلام کی روشنی مخلوق کی نظروں سے اوجھل ہونا شروع ہو گئی، اسلام کی بجائے زمانہ جہالت کے نظریات پھر عالمِ انسانیت پر چھا گئے تو آہستہ آہستہ وہی زمانہ جاہلیت کے جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام

قریباً تمام دنیا پر رواج پا گئے۔ اسلامی ممالک میں بھی اگرچہ حکمران مسلمان تھے مگر اسلام کا عادلانہ اقتصادی نظام عملاً کہیں بھی نافذ نہ رہا۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی مسلمان حکمرانوں کے وقت جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام نافذ تھا۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی ایک تحریر میں سلطنتِ مغلیہ کے شہزادگان اور امراء کی تشبیہ ان امراء اور روزراءِ ایران کے ساتھ دی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ٹھاٹ باٹ کی زندگی بسر کر رہے تھے اور بیشتر عوام الناس کو روٹی کپڑا اور مکان بھی میسر نہ تھا۔

سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد انگریزوں کا دور آیا۔ انگریزی راج میں نظامِ سرمایہ داری اور جاگیرداری کو مزید فروغ حاصل ہوا۔

آزادئ ملک کے بعد اگر ہمارے حکمران پاکستان کی سرزمین میں اسلامی آئین اور اسلامی اقتصادی نظام نافذ کرنے کی سعی کرتے تو ہم بتدریج خلافتِ راشدہ کے دور کی برکات سے ہمکنار ہو سکتے تھے۔ مگر یہ بات قابل افسوس ہے کہ قائداعظم اور لیاقت علی خان کے بعد ان کے جانشینوں نے حالات کو بدلنے کی کماحقہ کوشش نہ کی اور نظام حکومت کی اصلاح نہ ہو سکی۔ دورِ ایوبی میں تو سرمایہ داری نظام اپنے بدترین نقطۂ عروج پر پہنچ گیا۔ صنعت و حرفت، درآمد و برآمد اور تجارت میں بدترین قسم کی اجارہ داریاں قائم ہو گئیں، جنہیں شریعت کی اصطلاح میں اکتناز اور احتکار کہا جاتا ہے۔ ان اجارہ داریوں کی بدولت ملک کی بیشتر دولت سمٹ کر بائیس خاندانوں میں آ گئی۔ ملک بیرونی قرضوں کے بوجھ میں دب گیا۔ اور ان قرضوں کا مفاد بھی بیشتر طور پر بائیس خاندانوں نے حاصل کیا اور عوام بتدریج غریب سے غریب تر ہوتے چلے گئے۔ عوام میں ان سرمایہ داروں کے خلاف نفرت کا پھیل جانا ایک فطری امر ہے۔ اب ہمارے عوام اس موجودہ نظام سے تنگ آ چکے ہیں اور اقتصادی انقلاب چاہتے ہیں۔

انقلاب کی خواہشمند جماعتیں

پاکستان کی تمام سیاسی اور دینی جماعتیں اصلاحات چاہتی ہیں، اگرچہ اصلاحات کے پروگراموں اور منشوروں میں قدرے تفاوت ہے۔ ان میں سے بعض حضرات اسلامی

سوشلزم یا مساواتِ محمدی کے نام پر انقلاب کے خواہاں ہیں اور بعض خالص اسلام کے نام پر ملک کا نظام بدلنا چاہتے ہیں۔ تبدیلی کے سبھی خواہشمند ہیں اور اپنے اپنے پروگرام کے مطابق انقلابِ احوال کی تگ و دو بھی کر رہی ہیں۔ بنیادی طور پر یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ ہمارا ملک اساسی طور پر زرعی ملک ہے۔ ہماری آبادی کا قریباً اسّی فیصد حصہ زراعت سے وابستہ ہے۔ لہٰذا سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ کاشت کار اور مزارع کی خوشحالی کے لئے فوراً قدم اٹھایا جائے۔ یہ امر قابل افسوس ہے کہ جو حضرات زرعی اور صنعتی اصلاحات کو عین قرآن اور سُنّت کے مطابق نافذ کرنے کے دعویدار ہیں انہوں نے بھی خالص شرعی اقتصادی نظام کی تفصیلات عوام کے سامنے پیش نہیں کی ہیں۔ بیچارے کاشت کار اور مزدور زیادہ تر ناخواندہ ہیں۔ ان بیچاروں کو اب تک یہ بات ذہن نشین نہیں کرائی جا سکی کہ آئین شریعت اور مساواتِ محمدی نافذ کرنے سے ان کی اقتصادی حالت میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں گی۔ کیا اسلام انہیں کمیونزم اور سوشلزم سے کچھ زیادہ مراعات دے گا یا کم۔ لہٰذا وہ بیچارے رہنماؤں اور سیاسی جماعتوں کی کشمکش سے پریشان ہیں۔ ان کے قلوب کی یہ کیفیت ہے کہ :لَا یَعرِفُونَ حَقًّا وَلَا یُنکِرُونَ بَاطِلاً (نہ تو انہیں یہ پتہ چلتا ہے کہ حق کس طرف ہے اور نہ وہ باطل کا انکار کر سکتے ہیں) اپنی محدود سمجھ کے مطابق بیچارے کسانوں اور مزدوروں کو یہی محسوس ہو رہا ہے کہ اسلامی سوشلزم یا محمدی مساوات کے نفاذ سے انہیں کچھ زیادہ ہی ملے گا۔ خالص اسلام کے دعویداروں نے اپنے سیاسی منشورات میں تحدیدِ ملکیتِ اراضی کو شامل کیا ہوا ہے حالانکہ شریعتِ مطہرہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے ؏

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

زمین کی حدِ ملکیت

تحدیدِ ملکیتِ اراضی شریعت کے بھی خلاف ہے، نیز اس سے کاشتکاروں کی مالی حالت میں خاطر خواہ تبدیلی نہیں ہو سکے گی۔ پاکستان میں بڑے زمینداروں کی تعداد بہت کم ہے، لہٰذا تحدیدِ ملکیتِ اراضی سے بہت تھوڑے مزارعان کو مالی فائدہ ہو گا اور کاشت

کاروں کی بیشتر تعداد مایوسی کا شکار ہو جائے گی۔ اس وقت ضرورت تو اس بات کی ہے کہ نظامِ زراعت میں ہمہ گیر انقلاب لایا جائے اور یہ کام شریعت کے حدود کے اندر رہ کر کیا جائے۔ اس ضمن میں علماء کرام سے گزارش ہے کہ وہ صورتِ مسئولہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں، نیز اس اہم معاملہ میں علمی تحقیق کر کے رہنمائی فرمائیں، تاکہ عوام زمین کے معاملہ میں شریعتِ مطہرہ کے احکام اور مساواتِ محمدی کا صحیح مفہوم سمجھ سکیں اور اہلِ حل و عقد ان شرعی اصلاحات کو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے آئین کا جزو بنا سکیں۔

تقسیمِ اراضی

ہند اور پاکستان کا یہ برصغیر مسلمانوں کی آمد سے قبل کفار کا ملک تھا۔ مسلمانوں نے مختلف اوقات میں اس کے مختلف علاقوں کو فتح کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مفتوحہ علاقہ کی اراضیات کو حکومتِ اسلامیہ شرعی لحاظ سے کیسے استعمال کر سکتی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب فقہِ عمر میں اس مسئلہ پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب عراق کا ملک مسلمانوں نے فتح کیا تو بعض صحابہ کرامؓ نے یہ مطالبہ کیا کہ اس ملک کی تمام زرعی اراضی مجاہدین میں مال غنیمت کے طور پر تقسیم کر دی جائے، جس طرح کہ مفتوحہ اموال کو تقسیم کیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمیق نظر نے محسوس کیا چونکہ سلطنتِ اسلامیہ اب بہت وسیع ہو چکی ہے اور جزیرۃ العرب سے باہر کے ممالک بھی اس میں شامل کئے جا رہے ہیں لہٰذا اب مستقل فوج ممالکِ مفتوحہ میں رکھی جانی اشد ضروری ہے تاکہ مفتوحہ علاقوں میں لوگ بغاوت نہ کر سکیں۔ قبل ازیں کوئی مستقل فوج نہیں تھی۔ جب بھی ضرورت پیش آتی تمام مسلمان جہاد کے لئے روانہ ہو جاتے تھے اور اموال غنیمت میں سے ۵/۴ حصہ ان کو تقسیم کر دیا جاتا تھا اور خُمس بیت المال میں غرباء، مساکین اور یتامیٰ کی پرورش کے لئے داخل کر لیا جاتا تھا۔ اب چونکہ مستقل فوج اور چھاؤنیوں کے قیام کی ضرورت ہے لہٰذا مفتوحہ علاقہ کی اراضی کو بجائے مجاہدین میں تقسیم کرنے کے قومی ملکیت قرار دے دیا جائے اور اس کے لگان کی آمدنی سے فوج کی تنخواہیں ادا کی جائیں اور سامانِ حرب یعنی اسلحہ وغیرہ خریدا جائے۔ نیز اس آمدنی سے مملکت کے

غربا اور مساکین بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ اس تجویز کی بعض صحابہ کرامؓ نے شروع میں مخالفت کی اور حضرت عمرؓ سے پُر زور مطالبہ کیا کہ عراق کی اراضی کو بھی مجاہدین میں تقسیم کیا جائے۔ جیسا کہ خیبر کی اراضی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائی تھی۔ ان مطالبہ کرنے والوں میں حضرت بلالؓ بن حارث بھی شامل تھے۔ آخر ایک بڑی مجلس منعقد کی گئی جس میں جلیل القدر مہاجرین اور انصار نے شرکت کی۔ اس میں تمام اہل علم حضرات شامل ہوئے اور ایک دوسرے کے دلائل پر غور و فکر کیا۔

اراضی کی قومی ملکیت کے حق میں حضرت عمرؓ کے دلائل

(ا) نصِ قطعی یعنی قرآنی دلائل :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کی سورۂ حشر کی مندرجہ ذیل آیات کی طرف توجہ دلائی جن میں مال غنیمت کے متعلق احکام بیان کیے گئے ہیں :

مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۤءِ مِنْكُمْ وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○

(اور جو کچھ پھیر لایا اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کی طرف (یعنی مالِ فَے) ان بستیوں والوں سے پس وہ ہے واسطے اللہ کے، واسطے رسول کے، واسطے قرابت والوں کے، یتیموں کے، فقیروں کے اور مسافروں کے، تاکہ مال و دولت تم میں سے صرف مال داروں ہی کے پاس نہ جمع ہو جائے۔ اور جو کچھ دیوے تم کو رسولؐ پس لے لو اور جس سے منع کرے پس باز رہو اس سے اور ڈرو اللہ سے، تحقیق اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔)

لِلْفُقَرَاۤءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ

اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ اُولٰئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُونَ ○

(یہ مال فقیر مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں سے اور مالوں سے نکالے گئے ہیں' اللہ تعالٰی کا فضل اور رضامندی چاہتے ہیں' مدد کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ؐ کی۔ یہی لوگ سچے ہیں۔)

وَالَّذِینَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّونَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُونَ فِی صُدُورِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّا اُوتُوا وَیُؤْثِرُونَ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ' وَمَنْ یُّوقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُونَ ○

(اور یہ مال) ان لوگوں کے واسطے ہے جو رہتے ہیں دارِ ہجرت اور ایمان میں (یعنی مدینے میں) پہلے سے محبت کرتے ہیں ان سے جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئے ہیں اور اپنے دلوں میں اس چیز کے متعلق خلش نہیں پاتے جو مہاجرین کو دی جائے۔ اور اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو خود تنگی ہو۔ اور جو کوئی اپنی جان کی بخیلی سے بچایا جائے' پس وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔)

وَالَّذِینَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِینَ سَبَقُونَا بِالْاِیمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِی قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِینَ آمَنُوا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوفٌ رَّحِیمٌ ○ (سورۂ حشر' رکوع ۱)

(اور یہ مال) ان کے لئے بھی ہے جو ان کے بعد آئے' کہتے ہیں اے رب بخش دے ہم کو اور اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کی برائی نہ رکھ جو ایمان لائے ہیں۔ اے ہمارے رب تحقیق تو شفقت کرنے والا مہربان ہے۔)

ان آیات میں واضح کیا گیا ہے کہ مالِ غنیمت میں پہلے نمبر پر مہاجرین کا حق ہے جنہوں نے اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے اپنا گھربار چھوڑ دیا' نیز اللہ اور رسول ؐ کے دین کی نصرت کے لئے جہاد کیا۔ دوسرے نمبر پر مال غنیمت میں ان کا حق ہے جو پہلے سے ہی مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اور مہاجرین کے ساتھ سچے دل سے محبت کرتے ہیں' اگر مہاجرین کو کوئی چیز عطا کی

جائے تو اس سے وہ اپنے دلوں میں خلش محسوس نہیں کرتے بلکہ وہ اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، یعنی ایثار کرتے ہیں حالانکہ وہ خود تنگی میں ہیں۔ تیسرے نمبر پر مال غنیمت میں ان کا بھی حق ہے جو بعد میں آنے والے ہیں اور ان کے حق میں دعائیں کرتے ہیں جو ایمان والے ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ یعنی مال غنیمت میں نہ صرف مجاہدین کا حصہ ہے بلکہ آئندہ نسلوں کے مفاد کے لئے بھی اسے صرف کیا جا سکتا ہے جس کی یہی صورت ہے کہ زرعی اراضی کو حکومت کی ملکیت قرار دیا جائے اور اس اراضی کی آمدنی افواج پر اور دوسرے مستحقین پر خرچ کی جائے۔

(۲) سُنّتِ رسول اللہ سے دلیل :

حضرت عمرؓ نے یہ دلیل بھی دی کہ زمانہ نبوت میں خیبر کی اراضی تو مجاہدین میں تقسیم کر دی گئی تھی مگر فتح مکہ کے بعد کفارِ مکہ کی غیر منقولہ جائیداد کو تقسیم نہیں کیا گیا تھا۔ لہٰذا دونوں صورتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز قرار دیا ہے۔ یعنی حکومت چاہے تو ایسی اراضیات کو مجاہدین میں تقسیم کر دے اور چاہے تو مفتوحہ علاقہ کی زمین کو قومی ملکیت قرار دے دے یا سابقہ مالکوں کے پاس ہی رہنے دے۔

اجماعِ صحابہؓ سے زمین قومیانے کا ثبوت

ان تمام دلائل و شواہد پر غور و فکر کرنے کے بعد تمام صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ کے ساتھ متفق ہو گئے اور عراق کی اراضی مسلمانوں کی قومی ملکیت قرار دے دی گئی۔ اس اراضی کے انتظام کے متعلق اجماع صحابہؓ کے ساتھ یہ فیصلہ کیا گیا کہ عراق کے ذمی کفار جو اس وقت اراضی کاشت کر رہے تھے وہی بدستور کاشت کرتے رہیں مگر حکومت کو مناسب لگان (کراء الارض) ادا کریں۔ ان تمام واقعات کی امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگرد رشید امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنی معرکہ آرا کتاب الخراج میں تصریح فرمائی ہے کہ حضرت عمرؓ کی تقریر سن کر سب صحابہ کرامؓ نے فرمایا :

فقالوا جميعًا الرأى رأيك فنعم ماقلتَ ومارأيتَ

(کتاب الخراج ص ۲۴ تا ۲۹)

(سب نے کہا رائے وہی صحیح ہے جو آپ فرماتے ہیں۔ آپ نے جو فرمایا اور مناسب سمجھا ہے وہی بہتر اور خوب ہے)

یعنی حضرت بلالؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ جو شروع میں حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف رکھتے تھے وہ سب اس پر متفق ہو گئے اور اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا کہ علاقہ مفتوحہ (محروسہ) کی اراضی قومی ملکیت میں لی جا سکتی ہے۔ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ یہ واقعات تحریر کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں :

"یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق کا نتیجہ تھا اور دراصل اسی میں تمام مسلمانوں کی بھلائی تھی اور خراج کا جمع ہونا اور اس کا مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ ہونا جماعتی مفاد کے اعتبار سے تقسیم اراضی کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر اور مفید تھا"۔

(کتاب الخراج، امام ابو یوسف، صفحہ ۲۴ تا ۲۹)

چونکہ خلافتِ راشدہ یعنی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس بات پر تمام امت کا اجماع ہوا تھا کہ مفتوحہ علاقہ کی اراضی قومی ملکیت میں لی جا سکتی ہے لہٰذا ہمارے اپنے ملک کے بعض مقتدر اور جیّد علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ اس برصغیر کی اراضی بھی مفتوحہ علاقہ ہونے کی بنا پر قومی ملکیت میں لی جا سکتی ہے۔

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ کا فتویٰ

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی نوراللہ مرقدہ کے مرید اور متبحر عالم و شیخ کامل تھے، انہوں نے "تحقیق اراضیٔ ہند" کے نام سے ایک مستقل رسالہ شاہنشاہانِ مغلیہ کے دور میں تصنیف کیا تھا۔ اس رسالہ میں شیخ صاحب موصوف نے تصریح فرمائی ہے کہ اراضیٔ ہند شخصی ملک نہیں بلکہ "ارضِ مملکت" اور وقف لِلمسلمین ہو کر بیت المال کی ملکیت ہیں۔ اس رسالہ کی عبارت یہ ہے :

والحجة لعلمائنا فى التقرير تقرير امير المومنين

عمرؓ لسواد عراق بموافقة من الصحابة رضوان اللّٰه عليهم اجمعين فى الهداية فى باب الغنائم واذا فتح الامام بلدة عنوة اى قهرًا فهو بالخيار ان شاء قسمه مابين المسلمين كما فعل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بخيبر وان شاء اقرا هله عليه ووضع عليهم الجزية وعلى اراضيهم الخراج كذلك فعل عمرؓ لسواد العراق بموافقة من الصحابه رضوان الله عليهم اجمعين ولم يحمد من مانعه فى كل من ذلك قدوة فيتخير (تحقیق اراضیٔ ہند، ص ۳، بحوالہ اسلام کا اقتصادی نظام، مصنفہ: مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، ص ۴۰۰)

(ترجمہ:) "اور تقریر (یعنی خلیفہ کا ملک کی زمین کو مسلمانوں کی انفرادی ملکیت بنانے کی بجائے مفتوح غیر مسلموں کے قبضہ میں باقی رکھنا اور اس کی ملکیت کو حکومت کی قرار دینا) کے متعلق ہمارے علماء احناف کی دلیل حضرت عمرؓ کی وہ تقریر ہے جو صحابہ کرام کی موافقت سے سواد عراق کے متعلق ان سے عمل میں آئی۔ ہدایہ باب غنائم میں ہے کہ اگر امام کسی شہر کو قہر اور غلبہ کے ساتھ فتح کرلے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو اس کی اراضی کو مسلمانوں میں تقسیم کردے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کے متعلق کیا، اور چاہے تو مفتوح آبادی کے قبضہ میں اس کو رہنے دے اور اس پر جزیہ مقرر کرکے ان کی اراضیات پر خراج مقرر کردے جیسا کہ عراق کی اراضی کے متعلق حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کی موافقت کے ساتھ کیا، جس کسی نے مخالفت کی تو اس کو ناپسند سمجھا گیا۔ بہرحال امام ان دونوں باتوں میں مختار ہے اور دونوں اس کی صوابدید کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں"۔

کیا پاکستان کی زمین زمینداروں کی مِلک ہے؟

ان تصریحات کے بعد حضرت تھانیسریؒ اس بحث کا خلاصہ یہ نکالتے ہیں:

"پس نتیجہ یہ نکلا کہ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر ہندوستان کی اکثر اور بیشتر اراضی ان لوگوں

کی ملکیت نہیں جو اس پر قابض ہیں"۔ (تحقیق اراضی ہند، ص ۱۲ و ۱۳)

بعد میں حضرت محمد اعلیٰ تھانوی نے اپنے رسالہ میں اراضی ہند کے متعلق یہی فیصلہ کیا ہے کہ وہ فرد یا جماعت کی شخصی ملکیت نہیں ہیں بلکہ ارض مملکت اور ارض بیت المال ہیں۔ (بحوالہ العرف الشذی، تقریر رأس المحدثین مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری، صفحہ ۲۸۶)

حکومت برطانیہ کے زمانہ میں بھی محققِ عصر حضرت شاہ عبد العزیز نور اللہ مرقدہ نے بھی اپنے مشہور فتاویٰ موسومہ بہ "فتاویٰ عزیزی" میں یہی فیصلہ دیا کہ اراضیٔ ہند بیت المال کی ملکیت ہیں، شخصی مملوکہ نہیں ہیں اور یہاں زمیندار مالک کی حیثیت میں نہیں بلکہ منتظم کی حیثیت میں ہیں، اس لئے اراضیٔ ہند نہ عُشری ہیں نہ خراجی۔ حضرت شاہ صاحب موصوف فتاویٰ عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں :

> "حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری قدس اللہ سرہ العزیز رسالہ در احکام اراضی ہند قلمی فرمودہ۔ اندراں رسالہ ایں مذہب رابشواہد و دلائل بسیار ابطال فرمودہ۔ تحقیق فرمودہ اند کہ اراضیٔ ہند بدستور اراضیٔ سوادِ عراق موقوف برملک عامۂ مسلمین بے تخصص است یعنی در ملک بیت المال است و زمینداراں را بیش از قیم بودن دخلے نیست و قاضی محمد اعلیٰ تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نیز دریں باب رسالہ نوشتہ ہمیں مسلک در ترجیح دادہ"۔
>
> (ترجمہ) "حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک رسالہ اراضیٔ ہند کے احکام کے متعلق لکھا ہے اور اس رسالہ میں انہوں نے اس مذہب کو (کہ ہندوستان کی زمین زمینداروں کی ملک ہیں) بہت سے دلائل اور شواہد سے باطل قرار دیا اور یہ ثابت کیا ہے کہ ہندوستان کی اراضیات آج بھی بدستور سابق عراق کی اراضی کی طرح عامۂ مسلمین کے لئے وقف ہیں۔ یعنی بیت المال کی ملکیت ہیں، کسی شخص یا فرد کی ملکیت نہیں اور نہ زمینداروں کی ملکیت ہیں اور نہ زمینداروں کو نگران ہونے سے زیادہ دخل ہے، اور قاضی محمد اعلیٰ تھانویؒ نے بھی اس بارہ میں ایک رسالہ تصنیف کیا اور انہوں نے اس میں شیخ جلال الدین تھانیسری ہی کے مسلک کو ترجیح دی ہے۔"

(جاری ہے)